ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی

اسسٹنٹ پروفیسر اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں نول کشور کی چند مطبوعہ داستانوں کا تازہ ذخیرہ

Dr. Khalid Mahmood Sanjrani

Asst. Prof. Urdu, G C University, Lahore

Some "Dastan" books published by Novel Kishor keeps in Hyderl Berg University

This is with reference to the invaluable collection of tales published by Naval Kishore Press, Lucknow and Kanpur, India. These tales have been present in Heidelberg University Germany. The researcher has prepared the annotative index of thirty-five tales that are more than one hundred and twenty years old while the oldest dates back to 1871. It is pertinent to mention that these tales are rare pieces of fiction.

The South Asia Institute of Heidelberg University possesses this decades old treasure of classic writings. The researcher made this index during his post-doctoral study at the said university though the topic was not a part of his post Doc. The purpose of developing such index is to bring to light the presence of such valuables in Germany for those who are interested in Urdu literature. This index would be immensely helpful for the students in general and researchers in particular.

منشی نول کشور رجحان ساز شخصیت کے مالک تھے۔آنے والوں موسم اور افتاد کو پیشگی محسوس کرنے والے پرندوں کی مانند منشی نول کشور کو روز افزوں تبدیلی اور معاشرے میں ختم ہوتی روایات کا پیشگی احساس ہو جایا کرتا ہوگا۔اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی لکھنوء کے داستان گو فنکاروں کو ایک خاص ساعت میں اپنے مطبع سے وابستہ نہ کرتے۔داستان کہنے کی چیز ہے، لکھنے کی نہیں۔یہی وجہ ہے کہ داستان کی قدیم روایت سینہ بہ سینہ ہی منتقل ہوتی رہی۔منشی نول کشور کو شاید اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ داستان گوئی کی یہ روایت اب زیادہ دیر تک نہیں رہنے والی۔انھوں نے لکھنوء میں داستان گو فنکاروں کی آخری نسل کو دیکھا اور اس روایت کی آخری سانسوں میں خنک آمیز احساسِ مرگ کو شدت سے محسوس کیا ہو گا۔ناول نگاری کی بنا پڑنے کے بعد جب اس بات کی کوشش کی گئی کہ داستان کو داستان گوؤں ہی کی زبان میں لکھا جائے تو منشی نول کشور نے اس

عہد کے بڑے داستان گو فنکاروں کی خدمات حاصل کیں کہ جن میں منشی احمد حسین جاہ اور منشی احمد حسین قمر کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ان داستان گو فنکاروں نے ضخیم داستانیں تحریر کیں کہ جو کئی جلدوں تک پھیلی ہوئی ہیں اور عموماً ایک جلد گیارہ بارہ سو صفحات پر بھی محیط ہے۔ان داستانوں کی اشاعت غیر معمولی کارنامہ ہے اور ان داستانوں میں موجود اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو زرِ کثیر صرف کر کے شائع کیا گیا۔شرر کے بقول دہلی کے مشہور داستان گو لکھنو میں آنا شروع ہو گئے تھے اور اس شہر کی تہذیبی زندگی میں داستان گوئی کو نہایت اہم مقام حاصل ہو چکا تھا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو فورٹ ولیم کالج کی پریس کے بعد نول کشور پریس ادب کی دنیا میں ایک اعجاز ہی تھا۔لکھنو میں نول کشور پریس سے قبل بھی چند ایک اشاعتی ادارے موجود تھے اور اب بھی ہیں لیکن کسی دوسرے اشاعتی ادارے نے ان ضخیم داستانوں کی اشاعت کا بار نہیں اٹھایا۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ادبی حوالوں سے کئی دھائیاں گزرنے کے بعد بھی کوئی اشاعتی ادارہ نول کشور پریس کی جگہ نہیں لے سکا۔

نول کشور پریس کی مطبوعہ داستانوں کے ایڈیشن اب خال خال ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ان ایڈیشنوں کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ ان داستانوں کی تدوین میں نول کشور کی مطبوعہ داستانیں بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ہائیڈل برگ یونیورسٹی کا کتب خانہ ان داستانوں کی موجودگی میں مزید وقیع ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔داستانوی ادب کے لیے سرگرداں محققین کے لیے یہ ذخیرہ ءکتب ایک نعمت قرار دیا جا سکتا ہے۔یہ اشاریہ ان داستانوں کے عنوانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حروفِ تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ممکنہ حد تک معلومات درج کر دی گئی ہیں ۔جن داستانوں کے ابتدائی یا اختتامی صفحات موجود نہ تھے، ان کے سال اشاعت، ایڈیشن اور بعض صورتوں میں مصنف کے نام کا تعین کرنے میں ناکامی رہی ہے۔تاہم، حتی المقدور وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ان امور کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ان داستانوں میں نثری داستانوں کے ساتھ ساتھ منظوم داستانوں کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔بعض داستانیں نہایت غیر اہم تھیں، ایسی داستانوں کی تفصیل درج کرنے کی بجائے ان کے باب میں بنیادی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

ساؤتھ ایشیاء انسٹی ٹیوٹ ہائیڈل برگ یونیورسٹی، جرمنی میں پوسٹ ڈاکٹرل فیلوشپ کے دوران میں (۲۰۰۸ء۔۲۰۰۹ء) وہاں پر موجود برادرم علی عثمان قاسمی صاحب نے بڑی امنگ سے اس بات کی اطلاع دی کہ ادھر کچھ عرصہ قبل نول کشور پریس سے ایک ذخیرہ ءکتب لایا گیا ہے کہ جس کا کتب خانے میں تا حال اندراج بھی نہیں کیا جا سکا۔نول کشور پریس کی مطبوعات تحقیق وتنقید میں بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں اور خال خال ہی دکھائی پڑتی ہیں۔ان کتب کی ادبی حیثیت اور کم یابی میں اتنی تو دل کشی موجود ہے کہ تحقیقی مزاج سے عاری شخص بھی ایک دفعہ انہیں ضرور دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔میں نے ان کتب کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار اسی جذبہ کے تحت کیا۔وہاں پر شعبہ اردو کی ممتاز استاد اور نقاد ڈاکٹر کرسٹینا اوسٹر ہلڈ صاحبہ (Dr. Christina Oesterheld) اور ڈاکٹر ہنس ہارڈر صاحب (Dr. Hans Harder) نے ان کتب تک راقم کی رسائی کو نہ صرف ممکن بنایا بلکہ اپنی بھر پور دل چسپی کا اظہار بھی کیا۔اس ذخیرہ ءکتب اندراج لائبریری میں نہیں تھا۔ ہمارا ارادہ صرف فہرست سازی کا تھا اور اسی کو پیش نظر رکھ کر کام شروع کیا گیا۔تاہم، ان میں سے بعض کتب کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے راقم نے فہرست کے ساتھ ساتھ کچھ نوٹس بھی لینے شروع کر دیئے تھے۔ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں موجود نول کشور کے اس ذخیرہ ءکتب میں اردو، فارسی، عربی اور سنسکرت کی کتب موجود ہیں جن میں اردو کتب کی تعداد دیگر زبانوں کی کتب سے نسبتاً زیادہ ہے۔اردو کتب میں بعض کتب نہایت اہم اور کم یاب تھیں، اس لیے ان کا توضیحی قسم کا اشاریہ تیار ہوتا چلا گیا۔ان کتب میں موجود متن میں سے کچھ اقتباسات بھی اشاریہ میں نقل کئے گئے ہیں اور اس عمل میں اصل متن کو من وعن پیش کیا گیا ہے۔مختلف تصانیف میں املا کے جو انداز اور عصری رویے موجود تھے، ان میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی۔اس عہد میں مختلف بامعنی الفاظ کو جوڑ کر لکھنے کا انداز موجود ہے،''ں'' کے پر ختم ہونے والے الفاظ میں نقطہ موجود ہے اور اس نوع کے ہر اندازِ تحریر کو قائم رکھا گیا ہے جو اصل متن میں موجود تھا۔فہرست کتب کے عنوانات کی بنیاد پر حروفِ تہجی کے تحت تیار کی

گئی ہے۔بعض کتب کا سال اشاعت موجود نہ تھا جس کے تعین کے لیے بعض مقامات پر متن کی داخلی شہادتوں پر انحصار بھی کیا گیا ہے۔

اس ذخیرہء کتب میں موجود اردو کتب متنوع اصناف اور موضوعات کی حامل ہیں ۔داستان، شاعری، ناول، سفر نامہ،سوانح،تراجم،فرہنگ،منقبت،قواعدوانشاء،تاریخ، طب،زراعت،مذہب،اخلاق،تصوف،نصاب وغیرہ سے متعلق مطبوعہ کتب کی ایک بڑی تعداداس ذخیرے میں موجود ہے۔انہی اصناف اور موضوعات کو پیش نظر رکھ کران کتب کی درجہ بندی کی گئی تاکہ مطلوبہ موضوع سے متعلق کتاب تک رسائی میں آسانی رہے۔اس ذخیرہء کتب میں کم وبیش ۵۳۸ کتب موجود ہیں۔ان میں نول کشور کی ان مطبوعہ کتب کو شامل نہیں کیا گیا کہ جن کا اندراج ساؤتھ ایشیاء انسٹی ٹیوٹ کے کتب خانے میں موجود ہے۔یہ اشاریہ صرف ان کتب کا احاطہ کرتا ہے کہ جن کا اندراج تاحال انسٹی ٹیوٹ کے کتب خانے میں نہیں کیا گیا۔اس ذخیرہء کتب میں موجود داستانوں کی فہرست اور مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ پوسٹ ڈاکٹرل فیلوشپ کے دوران میں راقم کا موضوع تحقیق ''علامہ اقبال اور ہنس ہاسو۔باہمی روابط اور اثر پذیری'' کے عنوان سے تھا کہ جس کو مقررہ مدت میں مکمل کیا گیا۔نول کشور کی مطبوعات کی فہرست سازی اس منصوبے کا حصہ نہ تھی۔اس فہرست سازی کا مقصد فقط یہ ہے کہ ہائیڈل برگ میں موجود چند کم یاب کتب کی نشان دہی کر دی جائے۔

۱۔''الف لیلہ اردو باتصویر چہار جلد'' از پنڈت رتن ناتھ سرشار:

اردو ادب میں رتن ناتھ سرشار ''فسانہء آزاد'' کے سبب اتنے معروف ہوئے کہ ان کے دیگر کارناموں پر کم ہی توجہ دی گئی ہے۔ایسے کارناموں میں سے ایک کارنامہ ''الف لیلہ'' ہے کہ جسے چار جلدوں میں شائع کیا گیا تھا۔زیر نظر نسخہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں چاروں جلدوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔اس نسخہ کے ابتدائی چار صفحات غائب ہیں کہ جس سے بنیادی معلومات ہمیں حاصل نہیں ہوسکیں،البتہ ہر صفحہ پر کتاب کا عنوان اور مصنف کا نام درج ہے۔علاوہ ازیں، کتاب کے آخر میں خاتمہ کے عنوان سے مصنف کا حتمی تعین بھی ہو جاتا ہے۔اس کتاب میں شامل تصاویر عجمی تصوارت کی آئینہ داری کرتی ہیں اوران تہذیبی تصوارت کے تحت ہندوستان کی زندگی کا چلن بھی سامنے لاتی ہیں۔اس نسخے سے سن اشاعت کے باب میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔یہ کتاب داستان سے ناول تک کے سفر کا ایک اہم نشان محسوس ہوتی ہے۔سرشار نے نہایت معروف داستان کو ناول کی صورت میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ اس میں برجستہ مکالموں، اختصار،واقعات کی نسبتاً بہتر بنت اس کتاب کو ناول کے نسبتاً نزدیک کر دیتی ہے۔

۲۔''الف لیلہ کی کہانیاں''ازعبدالعلیم صدیقی:

اس کتاب میں عام اردو دان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الف لیلہ کی کہانیوں میں سے مختصر حکایات کا انتخاب شامل کیا گیا ہے۔اس اعتبار سے یہ درسی نوعیت کی کتاب ہے۔اگر چہ یہ کتاب نول کشور کے ذخیرہ سے ملی ہے تاہم،اس کے ناشر لوپرکاش ہیں اور اسے تر لاک روڈ لکھنو سے شائع کیا گیا۔ذخیرہ نول کشور میں دیگر اشاعتی اداروں کی تصانیف کی موجودگی اس امر کی دلیل بھی ہے کہ منشی نول کشور اپنے معاصر اشاعتی اداروں کے اشاعتی منصوبوں سے بہ خوبی آگاہ رہنا چاہتے تھے۔اس کتاب میں سن اشاعت درج نہیں اور نہ ہی اس کے پیش لفظ وغیرہ سے اس کا تعین ہوسکا ہے۔

۳۔بتیال پچیسی:

اس کے مصنف کا نام درج نہیں۔یہ نسخہ نول کشور سے ۱۹۵۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔

۴۔پریم ساگر ازمنشی شنکر دیال فرحت:

یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے کہ جسے نول کشور کان پور سے ۱۸۷۹ء میں شائع کیا گیا تھا۔اس میں موجود قطعہ تاریخ سے معلوم

ہوتا ہے کہ اسے ۱۸۶۲ء میں مکمل کیا گیا تھا۔اسے مثنوی کی ہیت میں تحریر کیا گیا ہے۔

۵۔پیراہنِ یوسفی از مولوی یوسف علی شاہ:

مولانا کی مثنوی معنوی کے دفتر پنجم کا یہ منظوم ترجمہ ہے۔اسے نول کشور سے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔ایڈیشن کی صراحت نہیں کی گئی۔مترجم نے بڑی کاوش سے وضاحت طلب مقامات پر حواشی بھی درج کر دئے ہیں کہ جس کی وجہ سے اس کی اہمیت زیادہ ہوگئی ہے۔

۶۔تتمہ الف لیلہ مع تصاویر چہار جلد (حصہ دوم) از مولوی محمد اسماعیل اثر:

یہ تصنیف رتن ناتھ سرشار کی ''الف لیلہ با تصویر چہار جلد'' کا تکلمہ ہے جسے نول کشور پریس نے ۱۹۰۱ء میں لکھنوء سے شائع کیا تھا۔اس کے صفحات کی تعداد ۲۹۸ ہے۔مصنف نے جلد دوم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے واقعات اور قصص میں اضافہ کیا گیا ہے جس کا اندازہ ''خاتمہ الطبع'' کے عنوان سے ذیل کی سطور کی صورت میں ہوتا ہے:''چند قصے جو دلچسپ، پسندیدہ خاص وعام ہیں وہ رہ گئے تھے۔ان قصص کو اسی عنوان سے مولوی اسماعیل متخلص اثر وابستہ قدیم مطبع اودھ اخبار نے حسب الحکم منشی پراگ نرائن مالک مطبع نے بطور تکلمہ انجام دیا۔'' [۱]

۷۔خزینتہ الاسرار (ترجمہ بوستان)

شیخ سعدی کی ''بوستان'' کے منتخب حصوں کا ترجمہ اس میں شامل ہے۔مترجم کا نام درج نہیں۔اس کتاب کو ۱۹۱۵ء میں نول کشور لکھنو سے شائع کیا گیا تھا۔میرا ذاتی احساس ہے کہ منشی نول کشور نے عالمی کلاسیکی ادب کے بالخصوص فارسی ادب کے شاہکار تخلیقی فن پاروں کا مکمل متن شائع کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے کچھ حصوں کا انتخاب ترجمہ کروایا، شائع کیا، قیمت کم رکھی تاکہ وسیع حلقے کی رسائی ان داستانوں تک ممکن ہو۔ان کے اس عمل سے ایک اچھے کاروباری رویے کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

۸۔دریای تعشق از واجد علی شاہ اختر:

یہ مثنوی مارچ ۱۸۸۵ء میں نول کشور کانپور میں شائع ہوئی تھی۔اس میں ''تاریخ طبع سابق لراقمہ'' کے عنوان سے فدا علی عیش کا کہا ہوا قطعہ تاریخ موجود ہے کہ جس کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی شاید اسی مطبع سے ۱۲۸۸ھ میں بھی شائع ہو چکی تھی۔قطعہ کا آخری شعر کہ جس سے طبعِ سابق کی تاریخ نکلتی ہے، درج ذیل ہے۔

کیا ملا ہے گوہر تاریخ طبع خوب وزیبا مثنوی چھاپی ہے واہ ۱۲۸۸ھ [۲]

اس ایڈیشن کے کل صفحات کی تعداد ۶۴ ہے۔ہر ورق پر چار کالم بنائے گئے ہیں اور ان کالموں میں کتابت کا انداز باریک ہے۔ان کالموں اور کتابت کے اس انداز کے سبب پوری مثنوی چونسٹھ صفحات میں سما گئی ہے۔کم وبیش ہر صفحے پر پچاس کے لگ بھگ اشعار موجود ہیں۔اس نسخے کا اختتام اس سطر پر ہوتا ہے''الحمداللہ والمنہ کہ کتاب لاجواب مسمیٰ بدریائے تعشق بماہ مارچ ۱۸۸۵ء مطبع منشی نولکشور واقع کانپور مین طبع ہوئی۔'' [۳] اس مثنوی کا یہ ایڈیشن واجد علی شاہ کی زندگی ہی میں شائع ہوا اور گمان غالب ہے کہ ان کی زندگی میں شائع ہونے والا یہ آخری ایڈیشن ہے۔

۹۔سنگھاسن بتیسی:

اس کتاب کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ ہے۔مترجم کا نام درج نہیں۔یہ اس کتاب کا تیرھواں ایڈیشن ہے کہ جسے نول کشور پریس کی جانب سے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا گیا تھا۔

۱۰:سنگاسن بتیسی (نظم) از منشی لال متخلص بہ چمن:

یہ منظوم داستان نول کشور پریس کانپور سے فروری ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی۔اس کے صفحات کی تعداد ۱۲۹ ہے۔اسے مثنوی کی

ہیئت میں منظوم کیا گیا ہے۔آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

آلہی سبز کر میرے سخن کو بھار بیخزان دے اس چمن کو جبکہ داستان کا اختتام اس شعر پر کیا گیا ہے: چمن وش کیا بزم بیان کو بس اب خاموش کر شمع زبان کو''تمام شد'' کے عنوان سے شاعر نے اس داستان کی تاریخ آغاز فارسی میں کہی ہے جس کی رو سے ۱۲۷۷ ہجری میں اس داستان کو لکھنے کا آغاز کیا گیا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ شاعر نے اس داستان کی تاریخ اختتام کو فصلی، بکر ما جیتی اور عیسوی سال میں بھی پیش کیا ہے۔تاریخ فصلی ۱۲۷۲ف، تاریخ سمنت بکر ما جیتی ۱۲۹۰ جبکہ عیسوی ۱۸۶۴ء درج کی گئی ہے۔ان اشعارِ تاریخ سے اس عہد کے علمی اور سماجی رویوں کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس انداز میں مختلف ثقافتوں کے مظاہر ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے رواں دواں تھے اور عیسوی کا چلن ابھی اپنے لیے معاشرے میں آہستہ آہستہ جگہ بنا رہا تھا۔شاعر کے علاوہ ہیرالال متخلص بہ دانش، روشن لال متخلص بہ نور اور لچھمن پرشاد متخلص بہ لچھمن نے تاریخ طبع فصلی اور ہجری اعتبار سے نکالی ہے۔آخری سطور ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

''سنگاسن بتیسی مصنف اوسکا شاعر بیمثال نازک خیال رشک خاقانی وفردوسی رنگین بیان کامل الفن منشی رنگ لال متخلص بہ چمن زمانہ محمود اور وقت مسعود مین بیچ مطبع مرجع والاہمم مظہر جود وکرم جناب منشی نولکشور صاحب واقع کانپور بحسن اہتمام مہتمم بیعدیل مولوی محمد اسماعیل ماہ فروری ۱۸۷۱ء کو حلیۂ طبع سے آراستہ ہوئی خریداران مشتاق کی دلجوئی کے لیئے لباس پر تکلف سے پیراستہ ہوئی فقط''[۴]

یہ عبارت اس زمانے میں کتابت کے حسن کی آخری یادگاروں کی عکاس ہے کہ اسے مثلث شکل میں تحریر کیا گیا ہے۔دیگر خصائص کے ساتھ ساتھ اس میں مبالغہ آرائی ایک لازمی جزو کے طور پر سامنے آتی ہے۔یہ امر بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ اس کتاب کے مصنف غالب کے ہم عصر ہیں۔ان کے نام سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ہندو تھے لیکن کتاب کے آغاز میں ۱۴ حمدیہ اشعار درج ہیں۔''بیچ مدح بادشاہ واجد علی شاہ کے'' کے عنوان سے قصیدہ کے انداز میں واجد علی شاہ کے اوصاف کو ممکنہ حد تک مبالغہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔منشی نول کشور کی تعریف میں اشعار شامل ہیں کہ جس کے بعد داستان کا آغاز ہوتا ہے۔

نول کشور کے اس ذخیرے میں اس کتاب کی اہمیت اس کی قدامت کی وجہ سے بھی ہے۔زمانی اعتبار سے اس ذخیرے کی یہ سب سے پرانی مطبوعہ کتاب ہے۔

۱۱۔طلسم شر عرف گلاب کنور از محمد مصطفیٰ علی خان صاحب شرر:

یہ ناول ۱۹۰۹ء میں نول کشور پریس، لکھنو سے شائع ہوا۔اس کے متن پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے یہ داستان اور ناول کے بیچ کی ایک کڑی ہے جس کا اندازہ عنوان کے ساتھ عرف گلاب کنور کی موجودگی سے ہوتا ہے۔

۱۲۔طلسم نوخیز جمشیدی (جلد اول) از منشی احمد حسین قمر:

منشی احمد حسین قمر کی اس داستان کی جلد اول، ان کی وفات کے بعد جون ۱۹۰۱ء مطابق ماہ صفر ۱۳۱۹ھ میں نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوئی تھی۔داستان کے آخر میں''تاریخ طبع زاد قمر مصنف کتاب ہذا در صنعت توشیح کہ اگر یک یک حرف از سر ہر مصرع بگیرند سنہ ہجری ۱۳۱۹ ظاہر شود'' کے عنوان سے سات اشعار درج کیے گئے ہیں، ہر مصرع کے پہلے حرف سے برآمد ہونے والے اعداد کی جمع آوری میں داستان کی اس جلد کی اشاعت کا سال ۱۳۱۹ھ نکلتا ہے اور جس کی صراحت عنوان میں موجود ہے۔یہ جلد ۷۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔داستان کا آغاز''حمد خدائے عزوجل'' کے عنوان سے ہوتا ہے۔بعد ازاں نعت، منقبت، سبب تصنیف کے عنوانات کے تحت منظوم حصے موجود ہیں جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ داستان گو شاعر بھی تھے۔داستان کی اس جلد کا اختتام اس نوٹ پر ہوتا ہے''پس الحمدللہ کہ یہ جلد اول طلسم نوخیز جمشیدی کی مطبع

نامی نولکشور واقع لکھنو مین بعالی ہمتی آقاے نامدار جناب منشی پراگ نرائن صاحب دام اقبالہ مالک مطبع موصوف بماہ جون ۱۹۰۱ء طبع ہوکر ہدیہء شائقین ہوئی۔'' ۵

اس داستان کے خاتمہ الطبع سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ منشی احمد حسین قمر اپنے عہد کے معروف اہل قلم تھے۔انھوں نے مدحت طرازی اہل بیت اور رسول مقبول ﷺ کی توصیف کمالات ومعجزات وحالات معراج وغیرہ میں صد ہا نثری تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جو اس داستان کی اشاعت تک معرضِ طبع میں نہیں آئیں تھیں۔ مدحتِ آلِ رسول کے طور پر ان کی شناخت کا حوالہ اس داستان کے سرورق پر اس صورت میں موجود ہے:''نتیجہ کلک گہر بار مستند روزگار مداح آل رسول الثقلین منشی احمد حسین صاحب مرحوم متخلص بہ قمر'' ۶ خالصتاً ادبی حیثیت میں ان کا مقام داستان گو کے حوالے سے ہے۔آپ داستان گو کی آخری یادگاروں میں سے ہیں۔داستان کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مختلف داستانوں کی بیس جلدیں تصنیف کیں اور کم وبیش سب کی سب شائع بھی ہوئیں۔اس جلد میں شامل تقریظ سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ انھوں نے ''طلسمِ نوخیز جمشیدی'' کا قصہ تین ضخیم جلدوں میں تصنیف کیا تھا۔اس داستان کے بعد وہ ''طلسم زعفران زار'' لکھنے میں منہمک تھے کہ زندگی نے وفا نہ کی۔اس طرح ''طلسم نوخیز جمشیدی'' ان کی زندگی کی آخری تحریر کردہ مکمل داستان ثابت ہوئی۔

داستان کی اس جلد میں شامل متن پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ داستان طلسماتی دنیا، مافوق الفطرت کرداروں، مابعدالطبعیاتی ماحول اور معرکہ خیر وشر کے انھی خصائص کی آئینہ دار ہے کہ جن سے اردو داستانیں پہچانیں جاتی ہیں۔یہ داستان سامری کے بھائی جمشید کے فرزند جمشید ثانی کی اس سیاحت کا احوال سامنے لاتی ہے کہ جس میں وہ ملکہ یاسمین رنگین پوش پر عاشق ہو بیٹھتا ہے۔دیگر اردو داستانوں کی مانند اس داستان میں بھی ذیلی قصوں کی بھرمار نظر آتی ہے۔

داستان کا زیرِ نظر نسخہ نہایت اچھی حالت میں ہے۔تمام اوراق دیمک سے محفوظ ہیں۔سرورق سے لےکر آخری صفحہ تک کاغذ اچھی حالت میں ہے،متن صاف اور طباعت روشن ہے۔سرورق پر ایک انتباہ درج ہے:''اعلان۔ چونکہ یہ کتاب بصرف زر کثیر مطبع تصنیف ہوئی ہے لہذا حق تصنیف اسکا بحق نولکشور پریس محفوظ ہے۔'' ۷

۱۳۔طلسمِ نوخیز جمشیدی (جلد دوم) از منشی احمد حسین قمر:

منشی احمد حسین قمر کے طلسم کی یہ دوسری جلد فروری ۱۹۰۲ء میں نول کشور،لکھنو سے شائع ہوئی تھی۔اس جلد میں مصنف کی طرف سے سالِ تصنیف کی نشان دہی سات اشعار کی صورت میں نظر آتی ہے،ان اشعار کی رو سے اس جلد کا سالِ تصنیف ۱۳۱۸ھ بنتا ہے کہ جسے اشعار کے آخر میں درج بھی کیا گیا ہے۔اس حساب سے دوسری جلد کا سال تصنیف عیسوی میں ۱۹۰۰ء بنتا ہے۔چونکہ جلد اول میں سالِ تصنیف کا ذکر نہیں کیا گیا،اس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس داستان کی پہلی جلد ۱۸۹۹ء کے وسط یا ۱۹۰۰ء کے اوائل میں مکمل کی گئی ہوگی۔زمانی اعتبار سے اس جلد کی تصنیف اور اشاعت میں کم وبیش دو برس کا فاصلہ ہے۔جلد دوم کی تقریظ مصنف کے بیٹے نے تحریر کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرحوم کا تحریر کردہ آخری طلسم تھا:''یہ آخری طلسم تھا کہ جسکو تین جلد ونمین تصنیف فرما کر بقضاء الٰہی راہی ملک عدم ہو گئے'' ۸ اس تقریظ میں مصنف کے کمالات کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے اور طلسم لکھنے میں ان کی مہارت، تجربے اور جودت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

جلد دوم کا آغاز حمد خدائے عزوجل،نعت رسولِ مقبول ﷺ،منقبت سے ہوتا ہے۔جلد اول کی نسبت اس جلد میں ایک فرق یہ ہے کہ اس جلد میں مدح کا حصہ منظوم نہیں۔جلد دوم کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:''حمد خداے جہان آفرین بانی بناے زمان وزمین۔۔۔'' ۹ بعد ازاں، داستان کا آغاز جمشید ثانی کے انتشار اور اس پریشانی میں جزیرہ گوہر بار کے حاکم کو مدد کے لیے بلانے سے ہوا ہے۔جلد کا اختتام ''اعلان'' کے عنوان سے ہوا ہے جس کی رو سے اس کتاب کا حقِ تصنیف نول کشور پریس کے پاس محفوظ ومحدود ہے۔اس جلد کے صفحات کی

تعداد ۷۵۶ ہے۔

یہ جلد بھی طلسمات، محیر القعول واقعات اور معرکوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ جلد بھی نہایت اچھی حالت میں ہے۔ پہلے صفحے سے لے کر آخری صفحہ تک تمام متن روشن اور طباعت عمدہ حالت میں ہے۔ نول کشور پریس کے اس ذخیرے میں اس جلد کی دو کاپیاں موجود ہیں اور دونوں ہی پہلے ایڈیشن کی ہیں۔

۱۴۔ طلسمِ نوخیز جمشیدی (جلد سوم) از منشی احمد حسین قمر:

منشی احمد حسین قمر کی اس داستان کی جلد سوم نول کشور لکھنو سے جون ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس اعتبار سے جلد دوم اور سوم کی اشاعت میں صرف چار ماہ کا فاصلہ ہے۔ حسب روایت داستان کے اختتام پر تقریظ اور تاریخ طبع موجود ہے۔ تاریخ اس زمانے کے چلن کے مطابق ہجری میں نکلتی ہے اور اس داستان کی دیگر جلدوں کی طرح صنعت توشیح میں تاریخ کو ہر مصرعہ کے اولیں حرف کے اعداد کی جمع آوری کی صورت دی گئی ہے جس کی رو سے اس کا سالِ طباعت ۱۳۲۰ھ ہے۔ تقریظ مصنف کے بیٹے نے لکھی ہے اور مصنف کے کمالات کو اجاگر کیا ہے۔

جلد سوم کا آغاز ''حمد خداے زمان و زمین بانی بناے اولین و آخرین۔۔۔'' جبکہ اختتام ''اعلان'' کے ان الفاظ ''حق تصنیف اسکا بحق نولکشور پریس محفوظ ہے'' سے ہوتا ہے۔ اس جلد کی ضخامت ۱۰۲۰ صفحات پر محیط ہے۔ ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں موجود اس جلد کا یہ نسخہ قدرے خستہ حالت میں ہے۔ اس کی شیرازبندی کرنے والے دھاگے ڈھیلے ہوکر باہر نکل رہے ہیں۔ حالانکہ اس جلد کو جلد اول اور دوم سے زیادہ بہتر حالت میں ہونا چاہیے کہ یہ ان دونوں کے بعد شائع ہوئی۔ ہمارا قیاس ہے کہ نول کشور کی کتب کا یہ ذخیرہ پریس کے ریکارڈ کا حصہ رہا ہوگا کہ جسے نہ تو بار بار کھولا گیا ہوگا اور نہ ہی اس چھانٹ پھٹک کی گئی ہوگی۔ اس کے باوجود اس داستان کی یہ تیسری جلد باقی کتب کی نسبت زیادہ خستہ حالت میں ہے۔ اس خستگی کے باوجود اس کا متن مکمل صورت میں موجود ہے اور سرورق سے لے آخری صفحہ تک تمام صفحات قابل مطالعہ ہیں۔ داستانوں کے مرتبین کے لیے ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں موجود یہ تینوں جلدیں اس لیے اہمیت کی حامل ہوسکتی ہیں کہ یہ ان داستانوں کا پہلا ایڈیشن ہے اور کم یاب ہے۔

۱۵۔ طلسم ہفت پیکر (جلد اول) از منشی احمد حسین قمر:

''طلسم ہفت پیکر''، منشی احمد حسین قمر کی تحریر کردہ داستان ہے جو تین جلدوں میں نول کشور پریس، لکھنو سے شائع ہوئی تھی۔ زیرِ نظر نسخہ اس داستان کی جلد اول ہے جو نول کشور پریس سے ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا تھا۔ ''طلسم ہفت پیکر'' کی ان تینوں جلدوں کے حوالے سے ایک الجھن یہ ہے کہ ان پر کہیں بھی یہ درج نہیں کہ یہ پہلا ایڈیشن ہے یا دوسرا یا تیسرا۔ نول کشور پریس کی مطبوعہ کتب کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا تو ''خاتمہ الطبع'' کے عنوان سے اس کی صراحت کردی گئی، لیکن اس طرح کی صراحت چونکہ ''طلسم ہفت پیکر'' میں نہیں کی گئی، اس لیے گمان کیا جاسکتا ہے کہ زیرِ نظر ایڈیشن اولیں ایڈیشن ہی ہوگا۔ اگر اس قیاس کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ ''طلسم نوخیز جمشیدی'' کی جلد اول میں ان کے بیٹے نے جو تقریظ لکھی، اس میں انھوں نے ''طلسم زعفران زار'' کا خاص طور پر ذکر کیا اور بتایا کہ وہ ''طلسم نوخیز جمشیدی'' کی تین جلدیں مکمل کرنے کے بعد ''طلسم زعفران زار'' لکھنے میں منہمک تھے کہ ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اگر منشی احمد حسین قمر کی وفات کے بعد ان کی یہ داستان (طلسم ہفت پیکر) غیر مطبوعہ رہ گئی تھی تو اس کا ذکر کسی نہ کسی داستان کی تقریظ میں کیا جانا چاہیے تھا۔ یہ داستان بھی عیاری، معرکہ آرائی اور عشق کے موضوعات پر مبنی ہے۔ اس داستان کے تمام صفحات اور متن درست حالت میں ہے۔

۱۶۔ طلسم ہفت پیکر (جلد دوم) از منشی احمد حسین قمر:

''طلسم ہفت پیکر'' کی دوسری جلد کا یہ ایڈیشن اپریل ۱۹۱۵ء میں نول کشور پریس، لکھنو سے شائع ہوا۔ پہلی جلد اور دوسری جلد کی

اشاعت میں چھ برس کا فاصلہ دکھائی دیتا ہے۔ جلد دوم کا آغاز حسبِ روایت حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبولﷺ اور منقبت سے ہوا ہے لیکن اس داستان میں یہ تینوں حصے نثر اور نظم دونوں کی یکجائی سے سامنے آتے ہیں۔ منقبت کے حصے مصنف نے چند ایک واقعات کو داستانوی انداز میں پیش کیا ہے اور موقع محل کی مناسبت سے قطعات بھی درج کیے ہیں۔ اس جلد کا اختتام ''خاتمہ الطبع'' کے عنوان کے تحت چند سطور سے ہوتا ہے۔ خاتمہ الطبع سے قبل ''تاریخ طبع زاد مصنف کتاب در صنعت توشیح اگر از ہر سر مصرع یک یک حرف بگیرند تاریخ سنہ حال ہجری پیدا گردد'' کے عنوان سے درج ذیل اشعار دیئے گئے ہیں۔

مجھے ساقیا جام عشرت پلا — شراب مصفا کا دورہ ہوا
خدا نے عجب فخر مجکو دیا — کہ جلد دوم کا بھی سامان ہوا
رہے اپنے دستور کا بھی خیال — نہ ہو ناظرین کو بھی ہرگز ملال
جو لکھوں زبان صاف ہو باتمیز — اسے اہل بینش کرینگے عزیز
قمر جلد ثالث بھی تحریر ہو — اُسی طور کی صاف تقریر ہو ۱۰

ان اشعار کے ہر مصرعے کے پہلے حرف کے اعداد کی جمع آوری سے ۱۳۱۵ھ کی تاریخ نکلتی ہے جس کی رو سے عیسوی سال میں ۱۸۹۷ء کا اواخر اور ۱۸۹۸ء کا اوائل بنتا ہے۔ چونکہ یہ قطعہ ءتاریخ خود مصنف نے کہا ہے، اس لیے اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا ہے کہ اس داستان کی جلد دوم ۱۸۹۸ء کے دوران میں مکمل کر لی گئی تھی۔ خلافِ معمول، زیرِ نظر نسخہ میں ایڈیشن کی بابت صراحت نہیں ملتی۔ چونکہ زیرِ نظر ایڈیشن اپریل ۱۹۱۵ء کا ہے جو اس جلد کے سالِ تصنیف کے کم و بیش اٹھارہ برس بعد کے زمانے کو ظاہر کرتا ہے، اس لیے اس ایڈیشن کو اولیں ایڈیشن کہنے میں تامل ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کاروباری مصلحت کے تحت ایڈیشن کی معلومات کو ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اس جلد میں صفحات کی تعداد ۸۵۴ ہے۔

۱۷۔ طلسم ہفت پیکر (سوم) از منشی احمد حسین قمر:

''طلسم ہفت پیکر'' کی یہ تیسری اور آخری جلد ہے۔ اس جلد میں آخر کے چند صفحات موجود نہیں جس کی وجہ سے اس کے سالِ اشاعت کا تعین نہیں ہو سکا۔ داستان کا آغاز ''حمد خالق یکتا مالک ہر دوسرا بندہ نواز کارساز'' سے ہوتا ہے۔ بعد ازاں، نعتِ رسول مقبولﷺ اور منقبت موجود ہے کہ جسے نثر اور نظم دونوں صورتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ داستان کے ابواب کا آغاز منظوم داستانوں کی مانند ساقی نامہ سے ہوتا ہے۔ بیشتر ابواب کے عنوانات فارسی میں ہیں جن سے اس عہد کے تخلیقی اور سماجی جھکاؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ اردو کی داستانیں تو کجا، پنجابی منظوم داستانوں کے عنوانات بھی اس عہد میں فارسی میں ہوا کرتے تھے جس کا بین ثبوت میاں محمد بخشؒ کی ''سیف الملوک'' ہے۔

ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں موجود اس ذخیرہ ءکتب میں اس داستان کی جلد سوم کا ایک اور ایڈیشن بھی موجود ہے جو اگست ۱۹۱۳ء میں نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا تھا۔ یہ نسخہ نامکمل ہے۔ اس نسخہ کا آغاز صفحہ نمبر ۴۳۳ سے ہوتا ہے۔ اس نسخہ کی موجودگی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جلد ۱۹۱۳ء تک اشاعت پذیر ہو چکی تھی۔

۱۸۔ طلسم ہوش ربا (جلد دوم) از منشی محمد حسین جاہ:

طلسم ہوش ربا اردو داستانوں میں نہایت ممتاز مقام کی حامل ہے اور اسی اہمیت کے سبب اس کے متعدد ایڈیشن مختلف زمانوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ متواتر اشاعت کے سبب اس کا متن نایاب یا کم یاب کبھی بھی نہیں رہا، تاہم صحتِ متن کے حوالے اس کے ابتدائی ایڈیشنوں تک رسائی قدرے دشوار ضرور ہو سکتی ہے۔ زیرِ نظر ذخیرہ ءکتب میں طلسم ہوش ربا کی فقط ایک ہی جلد موجود ہے۔ یہ نسخہ نول کشور پریس لکھنو سے پانچویں بار جون ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اس نسخے کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ اولین ایڈیشنوں میں سے ایک ہے۔

۱۹۔فسانہءآزاد ازرتن ناتھ سرشار:

داستان، ناول اوران دونوں اصناف کی درمیانی کڑی کے حوالے سے فسانہ آزاد کا تذکرہ اردو تنقید میں رہا ہے۔ داستان یا ناول کی اس بحث سے قطع نظر یہ ایک حقیقت ہے کہ فسانہ آزاد کو اردو کے افسانوی ادب میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان ایڈیشنوں کی ظاہری ساخت بھی ایک دوسرے سے مختلف رہی ہے۔ فسانہءآزاد کا یہ ایڈیشن پاکٹ سائز کا ہے جسے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا گیا۔ سرورق پر پہلی قسط کے الفاظ درج ہیں۔ اس ایڈیشن کو امیر حسن نورانی نے مرتب کیا ہے، صحت و ترتیب کے علاوہ انھوں نے مقدمہ بھی لکھا ہے۔ امیر حسن نورانی صاحب نے نول کشور پریس کے پرانے اور کم یاب ادبی متون کو ازسرِنو مرتب کر کے بڑی خدمت کا کام کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کا ایک اہم کارنامہ ’’معرکہ چکبست و شرر‘‘ کی ترتیب ہے۔ نول کشور پریس کے زیر اہتمام اودھ اخبار میں قسط وار شائع ہونے والے اس اہم ادبی معرکے کو بعدازاں نول کشور پریس نے یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا تھا۔ اب وہ کتاب کم یاب ہے لیکن ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں موجود نول کشور کے اس ذخیرے میں یہ کتاب پڑی ہوئی ہے۔ امیر حسن نورانی صاحب نے ان مباحث کو اپنے طویل مقدمے کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی رسائی میں نول کشور پریس کی پرانی کتب رہی ہیں جن کی ترتیبِ نو کا کام وہ گاہے گاہے کرتے رہے۔ ’’فسانہءآزاد‘‘ کے پاکٹ سائز اس ایڈیشن کو بھی اسی ذیل میں لینا چاہیے۔ اس ذخیرہءکتب میں پاکٹ سائز کے اس ایڈیشن کی صرف پہلی قسط موجود ہے۔

۲۰۔فسانہ عجائب از رجب علی سرور بیگ:

رشید حسن خاں کی تحقیق کے مطابق ’’فسانہءعجائب‘‘ کی اشاعتِ اول ۱۲۵۹ھ جبکہ اشاعتِ ثانی ۱۲۶۳ھ میں ہوئی تھی [۱۱] زیرِ نظر ایڈیشن جمادی الاول ۱۲۹۹ھ بہ مطابق مارچ ۱۸۸۲ء کا ہے۔ نول کشور پریس سے فسانہ عجائب کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس ایڈیشن کے صفحات کی تعداد اٹھانوے (۹۸) ہے۔ متن کا آغاز ’’الحمداللہ الذی خلق۔۔۔‘‘ جبکہ اختتام ’’۔۔۔ہمعصر مطبع نکرین فقط‘‘ کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ یہ ایڈیشن کم و بیش ایک سو تیس برس گزرنے کے باوجود نہایت عمدہ حالت میں ہے۔ تمام صفحات پر متن روشن اور صاف ہے۔ کوئی بھی صفحہ کرم خوردہ یا کٹا پھٹا نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب شاید نول کشور پریس کے ریکارڈ میں رہی ہوگی، ورنہ ایک صدی سے زیادہ وقت گزر جانے کے بعد کتب عموماً اتنی اچھی حالت میں نہیں رہتیں جتنی اچھی حالت میں یہ کتاب موجود ہے۔

اس ایڈیشن کے آخری صفحہ پر موجود اشتہار کی رو سے رجب علی بیگ سرور نے اپنی زندگی ہی میں ’’فسانہءعجائب‘‘ کا حقِ اشاعت نول کشور پریس کو دے دیا تھا۔ اشتہار میں لکھا ہے:‘

’اس قصہءفسانہءعجائب کا حق تصنیف مصنف نے بحیات خود بذریعہءتحریر مطبع نول کشور کو ہبہ کیا اور بموجب دفعہ ۱۸۔ا ایکٹ ۲۵۔ ۱۸۶۷ء حق تصنیف پر رجسٹری ہوگئی ہمعصران سے توقع ہے کہ بلا اجازت مالک مطبع نول کشور لکھنو و کانپور وغیرہ کے کوئی احباب ہمعصر منطبع نکرین فقط‘‘ [۱۲]

اس حقِ اشاعت کی موجودگی میں اور مصنف کی حیات میں اس داستان کا کسی اور مطبع سے شائع ہونا قرینِ قیاس نظر نہیں آتا۔ اس لیے ’’فسانہءعجائب‘‘ کی تدوین میں اسی نسخے کو اہمیت حاصل ہوگی۔

نول کشور کے مطبع سے ’’فسانہ عجائب‘‘ کی طبعِ سابق کی تاریخ منشی کالکا پرساد متخلص بہ موجد نے کہی جو اس ایڈیشن کے آخری صفحہ پر درج ہے۔ آخری شعر [۱۳] سے طبعِ سابق کی تاریخ ۱۲۸۳ھ بنتی ہے جو ہندسوں کی صورت میں بھی درج ہے۔ اس تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ رجب علی بیگ سرور کی زندگی ہی میں نول کشور پریس سے ’’فسانہءعجائب‘‘ کا ایڈیشن شائع ہو چکا تھا۔ نول کشور سے اس کتاب کا اولیں ایڈیشن

۱۸۷۱ء میں شائع ہوا تھا۔ رشید حسن خاں کے بقول تدوین میں اس نسخے کی زیادہ اہمیت ہے کہ جو مصنف کی زندگی میں سب سے آخر میں شائع ہوا ہو اور اسے مصنف نے دیکھا بھی ہو۔ اس اعتبار سے نول کشور پریس سے ''فسانہء عجائب'' کی اشاعت مصنف کی زندگی میں ہوئی ۔گمان کیا جاسکتا ہے کہ مصنف نے اس ایڈیشن کو دیکھا بھی ہوگا۔ رشید حسن خاں کی مرتبہ ''فسانہ عجائب'' کے متن اور نول کشور کے اس ایڈیشن کے متن میں کئی مقامات پر اختلافات بلکہ تضادات موجود ہیں۔ متن ہی کا کیا ذکر عنوانات تک میں بہت فرق موجود ہے۔ چونکہ نول کشور سے ''فسانہ عجائب'' کی یہ اشاعت ثانی بہ مطابق اشاعت اول ہے۔ ہمارے خیال میں ''فسانہء عجائب'' کے متن کی تدوین میں اور رشید حسن خاں کی مرتبہ ''فسانہء عجائب'' کے محاکمے کے لیے یہ ایڈیشن نہایت اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے۔

۲۱۔ فسانہء عجائب (باتصویر) از رجب علی بیگ سرور:

فسانہء عجائب کے متعدد اور متنوع ایڈیشنوں کی اشاعت سے اس کی ہر دل عزیزی اور پذیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ نول کشور پریس نے ایک زمانے میں قارئین کے مزاج اور ذوق کے پیش نظر کچھ داستانوں کے باتصویر ایڈیشن بھی چھاپے تھے۔ باتصویر ایڈیشنوں کا سلسلہ صرف اردو ادب تک محدود نہ تھا بلکہ فارسی اور سنسکرت کی شہرہء آفاق تصانیف کے بھی باتصویر ایڈیشن چھاپے گئے تھے۔ شیخ سعدی کی گلستان و بوستان کی مثال دی جاسکتی ہے۔ ان باتصویر ایڈیشنوں میں مختلف واقعات کی تصویر کشی موجود ہے۔ زیادہ تر تصاویر پنسل سکیچ کی ذیل میں آتی ہیں اور اپنے عہد کے معاشرتی چلن کی بھرپور عکاس بھی ہیں۔

فسانہء عجائب کے اس باتصویر ایڈیشن کی تاریخ اشاعت معلوم نہیں ہوسکی۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۷۱ ہے۔ ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں نول کشور کے ذخیرہء کتب میں اس ایڈیشن کی دو کاپیاں موجود ہیں۔ اس ایڈیشن کا سرورق بھی باتصویر ہے کہ جس میں پائیں باغ کی نشست گاہ میں بچھے تخت پر جلوہ افروز ایک شہزادی، ستون کے پیچھے کھڑی خدمت گار اور ایک شہزادے کو گفتگو کے عالم میں دکھلایا گیا ہے ۔ داستانوں کا اہم کردار طوطا اپنے منقش پنجرے میں لٹکتا ہوا نظر آتا ہے۔ بام پر لٹکے اور ادھ کھلے پردے اور ان پردوں کے پیچھے باغ میں سرو کے اشجار اس تصویر کا نمایاں حصہ ہیں۔ تخت پر گاؤ تکیہ، پان دان، آرسی، عطر کی شیشیاں، تھال میں رکھے جام وصراحی، منقش در و دیوار، دیدہ زیب ملبوسات وغیرہ اس تصویر میں دکھائی پڑتے ہیں۔ ان تصاویر کو جہاں داستان کے واقعات کی روشنی میں بنایا گیا ہے تو وہاں مشرق بالخصوص لکھنو کی تہذیبی زندگی کو سامنے رکھا گیا ہے۔ ان تصاویر سے جہاں داستانوں اور معاشرتی زندگی کی شکل مصوری میں ڈھلی ہوئی ملتی ہے تو وہاں اس امر سے معاشرتی زندگی میں قوتِ متخیلہ کا نوحہ بھی سنائی دیتا ہے۔

داستانیں اور تخلیقی ادب قاری کی قوتِ متخیلہ کو مہمیز کرتے ہیں اور قاری کو متن میں موجود محاکات کے وسیع جہانوں میں لے جانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اگر تخلیقی ادب کو مصورانہ صورت میں پیش کیا جائے تو اس سے قاری کی قوتِ متخیلہ ان تصاویر تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے ۔ استاد اللہ بخش، صادقین، عبدالرحمٰن کے مرقعے استثنائی مثالیں ہیں کہ ان کے ہاں مصورانہ جہت قوتِ متخیلہ کو مزید بلندی کی سمت لے جاتی ہے لیکن کاروباری مقاصد کے پیشِ نظر تیار ہونے والے باتصویر مجموعے کم زور ثابت ہوتے ہیں۔ فسانہء عجائب (باتصویر) کو بھی اسی ذیل میں لینا چاہیے۔ فسانہء عجائب کا یہ باتصویر ایڈیشن اس عہد میں اشاعتی اداروں کے بدلتے ہوئے رجحانات کی عکاسی ضرور کرتا ہے۔

۲۲۔ فسانہء عجائب از رجب علی سرور بیگ:

ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں نول کشور کے اس ذخیرہء کتب میں فسانہء عجائب کے ایک سے زائد ایڈیشن موجود ہیں۔ زیرِ نظر ایڈیشن نول کشور لکھنو سے چھپنے والا پینتیس واں (۳۵) ایڈیشن ہے جو ستمبر ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ نول کشور لکھنو سے فسانہء عجائب کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اس طور نصف صدی کے اس عرصے میں نول کشور پریس سے اس داستان کے پینتیس ایڈیشن

شائع ہو چکے تھے۔

۲۳۔قصہ حاتم طائی منظوم از منشی تن سکھ رائے:

یہ منظوم قصہ منشی تن سکھ رائے کا تحریر کردہ ہے۔ قصے کا یہ پہلا ایڈیشن ہے جو نول کشور لکھنو سے ستمبر ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔منشی تن سکھ کا تخلص رغبت درج ہے اور نام کے ساتھ مرحوم لکھا ہوا ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ قصے کے آغاز میں منظوم دیباچہ،شاعر کی تصویر،مناجات اور مدح سلطان واجد علی شاہ کے علاوہ واجد علی شاہ کے دربار کی ہاتھ سے بنائی گئی ایک تصویر بھی شائع کی گئی ہے۔ ہمارے داستانوی ادب میں زیادہ تر کردار ہندوی معاشرت میں ڈھلے ہونے کے باوجود عجمی پس منظر رکھتے ہیں۔عرب معاشرت اور کرداروں کا عمل دخل اردو داستانوں میں کم ہی نظر آیا ہے لیکن حاتم طائی کا کردار ہماری داستانوں کا عنوان بن گیا۔حاتم طائی کے قصے سینہ بہ سینہ آگے بڑھتے رہے ۔نول کشور پریس نے داستاں گوئی کی اس روایت کو تحریری شکل میں لانے اور شائع کرنے کی رجحان ساز روایت ڈالی تھی اور اسے آگے بڑھایا تھا۔ان نوع کے قصوں کی اشاعت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ داستانوں یا ان کی منظوم صورتوں کے فروغ میں جہاں مسلمانوں کا حصہ ہے تو وہاں ہندو ادیبوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۲۴۔قصہ زاہد وشمسی تالیف از منشی واحد علی:

اس قصے کے اصل مصنف برہان الدین احمد ہیں جس کی تالیف منشی واحد علی نے کی تھی۔اس قصے کو نول کشور لکھنوء نے ۱۸۹۷ء میں شائع کیا تھا۔اس کے صفحات کی تعداد ۴۶ ہے۔ یہ قصہ نثر اور منظوم دونوں صورتوں میں موجود ہے۔عبارت کہیں کہیں نثر میں ہے تو کہیں منظوم صورت میں بھی موجود ہے۔اس قصے کے سرسری مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ معمولی نوعیت کا قصہ ہے جس میں تخلیقی شان بہت کم پائی جاتی ہے۔رہی سہی کسر نثر اور منظوم کی یکجائی نے پوری کر دی ہے۔

۲۵۔قصہ سندباد جہازی:

اس مختصر قصے میں ہمیں مصنف کا نام باوجود کوشش کے نہیں مل سکا۔اس قصے کے آخر میں موجود ''خاتمہ الطبع'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصے کو کلکتہ کے تاجرِ کتب مولوی محمد یعقوب کی فرمائش پر شائع کیا گیا۔کلکتہ اور پھر وہاں کے تاجر کی فرمائش سندباد جہازی کی سیاحتوں کے قصے کو اور زیادہ بامعنی بنا دیتی ہے ۔یہ قصہ نول کشور لکھنو سے فروری ۱۹۰۹ء میں شائع کیا گیا تھا۔اس کے صفحات کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے۔قصے میں مہم جوئی اور سیاحتوں کا بیان نمایاں ہے۔

۲۶۔قصہ شاہ حجہ:

دس صفحات پر مشتمل یہ نہایت مختصر اور کتابچہ نما قصہ حضرت عیسیٰؑ کے حالاتِ زندگی اور ان کے معجزات کا منظوم اظہار ہے۔اس قصے پر شاعر کا نام درج نہیں اور نہ متن سے اس کا کوئی اندازہ ہوتا ہے۔یہ قصہ نول کشور لکھنو سے جولائی ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا۔نول کشور پریس کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی تھا کہ انھوں نے اپنے اشاعتی ادارے کو علوم کی کسی ایک خاص شاخ،کسی مذہب یا فرقے وغیرہ سے منسلک نہ کیا۔یہی وجہ ہے کہ اس اشاعتی ادارے سے مسلم، ہندو، عیسائی عقائد سے وابستہ کتب کثرت سے شائع ہوئیں ۔علاوہ ازیں، اردو، سنسکرت،عربی ،فارسی وغیرہ میں سیکڑوں کتب شائع ہوئیں ۔ادب، تعلیم، زراعت، قانون، سیاست وغیرہ کے متنوع موضوعات پر ہزاروں کتب اس مطبع نے چھاپیں۔اسی تنوع اور رنگارنگی نے نول کشور کو ہندوستان کا اہم ترین اشاعتی بنا دیا۔

۲۷۔قصہ گلفام از منشی مادھو رام:

منشی مادھو رام کا تعلق ناگ پور سے تھا۔اسی مناسبت سے اپنے نام کے ساتھ ناگ پوری بھی لکھا کرتے تھے جس کی تصدیق اس

قصے کے سرورق پر درج ان کے نام سے ہوتی ہے۔ یہ قصہ بھی منظوم صورت میں ہے۔ چند مستثنیات کے علاوہ دیگر منظوم قصوں کی مانند یہ قصہ بھی داستان گوئی کی کم زور شکل ہے۔ اس قصے کا چھٹا ایڈیشن ہائیڈل برگ یونیورسٹی کے ذخیرہ نول کشور میں موجود ہے۔ یہ ایڈیشن دسمبر ۱۹۱۳ء میں نول کشور، کان پور سے اشاعت پذیر ہوا تھا۔

۲۸۔ گلستان با تصویر از سعدی:

سعدی کی ''گلستان'' برصغیر کی کثیر الاشاعت تصانیف میں سے ایک ہے۔ اس کے متعدد اور متنوع ایڈیشن مختلف زمانوں میں شائع ہوتے رہے۔ یہ ایڈیشن ۱۸۸۲ء میں نول کشور لکھنو سے شائع کیا گیا تھا۔ یہ با تصویر ایڈیشن ہے اور گمان ہوتا ہے کہ ہندوستان میں گلستان کے با تصویر ایڈیشنوں میں یہ ابتدائی ایڈیشنوں میں سے ایک ہے۔ یہ داستان اردو زبان میں ڈھالی گئی ہے لیکن اس پر مترجم کا نام درج نہیں ۔ اس ایڈیشن میں جو تصاویر شائع کی گئی ہیں ان میں ہند عجمی بالخصوص مغل تہذیب کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اس اعتبار سے سعدی کی حکایات کو ہند کے لبادے میں پیش کیا گیا ہے۔

۲۹۔ گیت بھونز مترجمہ منشی نتھو لال:

گیت بھونز اصل میں ''سور ساگر'' کا ایک حصہ ہے۔ ''سور ساگر'' کو بھاکا میں سورداس جی نے تصنیف کیا تھا کہ جس کے ایک حصے کو منشی نتھو لال نے اردو میں ڈھالا۔ کتاب کا یہ نسخہ نول کشور سے اگست ۱۹۰۶ء سے تیسری بار شائع ہوا تھا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۰۲ ہے ۔ ہندی اساطیر کے حوالے سے قدرے اہم کتاب ہے۔

۳۰۔ گیتا مہاتم منظوم از منشی رام سہائے تمنا:

''گیتا مہاتم منظوم'' کو اردو منظوم داستانوں کی ذیل میں تو نہیں رکھا جا سکتا لیکن اس کی درجہ بندی کسی اور حوالے سے بھی ہوتی نظر نہیں آ رہی۔ اس لیے اس کتاب کو منظوم داستانوں کی ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب نول کشور لکھنو سے ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اسے ایک طرح کا کتابچہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس کے کل صفحات کی تعداد ۲۶ ہے۔ ہندی اساطیر اور دھرم کی کتب کا فارسی رسم الخط میں شائع ہونا آنے والے عہد میں ہندی اردو تنازعہ کی طرف ایک بلیغ اشارہ بھی بنتا ہے کہ کیا یہ دولسانی معاملات سیاسی نوعیت کے تو نہیں تھے۔ بیسویں صدی کے آغاز سے قبل شائع ہونے والے کتب میں اس تنازعے کی بنیاد کہیں بھی دکھائی نہیں پڑتی۔ اردو زبان میں بہ کثرت ہندی کتب کے تراجم، ہندی اساطیر اور دھرم کے حوالوں کا اردو زبان میں موجود ہونا، اور اس عہد کے نصابات میں ہندو اور مسلمانوں کی یکساں نمائندگی بھی اہم اشارات ہیں۔

۳۱۔ مثنوی حیرت افزا از محمد قاسم لکھنوی:

محمد قاسم لکھنوی کی اس مثنوی کا دوسرا ایڈیشن نول کشور لکھنو سے ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ دوسرا ایڈیشن ہمارے پیشِ نظر ہے ۔ اس مثنوی میں قاسم لکھنوی کی چند غزلیات اور مخمس موجود ہیں۔ مثنوی نہایت مختصر ہے۔ اس کے کل صفحات کی تعداد ۲۴ ہے۔ جس عہد سے اس مثنوی کا تعلق ہے وہ عہد غالب و مومن و آتش کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس عہد میں ہزاروں کی تعداد میں شعرا موجود تھے کہ جن کے نام تک آج کسی کو معلوم نہیں۔ معلوم ہوتا ہے

کہ محمد قاسم لکھنوی بھی انہی شعراء میں سے ایک ہیں۔

۳۲۔ مثنوی سحر البیان از میر حسن:

اس شہرہ آفاق مثنوی کا یہ نسخہ عبدالباری آسی کا مرتب کردہ ہے جسے نول کشور لکھنو سے ۱۹۴۵ء میں شائع کیا گیا تھا۔ یہ اس مثنوی کا تیرھواں ایڈیشن ہے۔ اس میں عبدالباری آسی کا مقدمہ اور حواشی بھی شامل ہیں کہ جن کی موجودگی سے اس مثنوی کے متن کی قدر و قیمت کا تعین

ہوتا ہے۔ مرتب نے اس مثنوی کے علاوہ مثنوی ''گلزارِ ارم'' اور ''رموز العارفین'' کو اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ اس میں میر شیر علی کا دیباچہ بھی شامل ہے جو اولیں ایڈیشنوں میں موجود تھا۔ رشید حسن خاں نے اس مثنوی کو مرتب کر کے تدوینِ متن کے اعلیٰ تر معیارات قائم کیے لیکن عبدالباری آسی کی یہ کاوش اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے۔ مثنوی ''سحرالبیان'' کی تدوین کی تاریخ میں اس کتاب کو اہمیت حاصل رہے گی۔

۳۳۔ مثنوی سعدین مع خالہ بھانجی کی لڑائی از منشی انوار حسین:

بتیس صفحات پر مشتمل یہ مختصر سی مثنوی نول کشور کان پور سے ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ مرزا غالب کے ایک شاگرد میر عالم علی صاحب خال نے ۱۲۸۷ھ کی تاریخ نکالی۔ یہ تاریخ مثنوی کے آخری صفحہ پر موجود ہے۔ مثنوی کے آخری صفحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے اسے ۱۸۷۰ء میں مکمل کیا تھا۔

۳۴۔ مثنوی گلدستۂ معنی از محمد حب علی خان:

اس کتاب کے عنوان کے ساتھ مثنوی کا لفظ ضرور چسپاں ہے اور یہ منظوم کاوش مثنوی کی ہیئت میں بھی ہے لیکن اسے منظوم داستان کی ذیل میں نہیں رکھا جا سکتا۔ موضوعاتی اعتبار سے یہ مثنوی حقیقتِ دین، انتظام ظاہر و باطن، اہل یقین، ظاہر و باطن کے بیانات پر مشتمل ہے اور سلسلۂ قادریہ کی رو سے ان معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کو نول کشور لکھنو سے فروری ۱۸۸۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔

۳۴۔ نوشیرواں نامہ (جلد دوم) مترجم شیخ تصدق حسین:

نوشیرواں نامہ کی جلد دوم کا یہ اردو ترجمہ تیسری بار نول کشور، لکھنو سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔ اس جلد کے صفحات کی تعداد ۷۹۹ ہے اور ''خاتمہ الطبع از جانب کارپردازان مطبع'' کے عنوان سے نول کشور پریس کی ان کاوشوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن کی بدولت دیگر زبانوں کی مشہور کتابیں اردو میں ترجمہ ہو کر عام ہوئیں: ''کیسی کیسی نایاب ولاجواب عربی، فارسی، بھاکا، انگریزی مستند کتابوں کو جو یادگارِ سابقین تھیں زر کثیر صرف کر کے اردو زبان میں ترجمہ کرا کے عالم میں شائع کیا از انجملہ داستاں امیر حمزہ کہ حسب ذیل دفتروں پر منقسم ہے'' [۱۴]۔ اس داستان کے آغاز میں بھی ایک نوٹ شامل ہے کہ جس کی رو سے یہ ترجمہ داستان امیر حمزہ کے دفتر اول کا ہے اور اسی نوٹ میں اس داستان کی ضخامت کو بحرِ زخار سے تشبیہ دی گئی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ کارکنان مطبع: ''خاتمہ الطبع تمہ الف لیلہ تصاویر الف لیلہ مع تصاویر ہر چہار جلد'' (جلد دوم) از رتن ناتھ سرشار، لکھنو، نول کشور، ۱۹۱۰ء، ص ۲۹۸۔

۲۔ عیش، فدا علی: ''تاریخ طبع سابق لراقمہ'' مشمولہ ''دریائی تعشق'' از واجد علی شاہ، لکھنو، نول کشور، ۱۸۸۵ء، ص ۶۴۔

۳۔ کارکنانِ مطبع: اشاعتی سطور مشمولہ ''دریائی تعشق'' از واجد علی شاہ، ص ۶۴۔

۴۔ کارکنان مطبع: ''خاتمہ الطبع''، مشمولہ ''سنگاسن بتیسی (نظم)'' از منشی لال متخلص بہ چمن، کان پور، نول کشور، ۱۸۷۱ء، ص ۱۲۹۔

۵۔ کارکنان مطبع ''خاتمہ الطبع''، مشمولہ ''طلسم نوخیز جمشیدی'' (جلد اول) لکھنو، نول کشور، ۱۹۰۱ء ص ۷۸۸۔

۶۔ سرورق طلسم نوخیز جمشیدی (جلد اول)

۷۔ ایضاً

۸۔ تقریظ مشمولہ طلسم نوخیز جمشیدی (جلد دوم) لکھنو، نول کشور، ۱۹۰۲ء ص ۶۵۷۔

۹۔ قمر، منشی احمد حسین: طلسم نوخیز جمشیدی (جلد دوم) ص ۲۔

۱۰۔ قمر، منشی احمد حسین: طلسم نوخیز جمشیدی (جلد سوم) لکھنو، نول کشور، ۱۹۰۲ء ص ۱۰۲۰۔

۱۱۔ قمر، منشی احمد حسین: ''طلسم ہفت پیکر (جلد دوم) لکھنو، نول کشور، ۱۹۱۵ء ص ۸۵۴۔

۱۲۔ رشید حسن خاں (مرتب): ''فسانۂ عجائب'' نئی دلی، انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۹۰ء ص ۳۔

۱۳۔ اشتہار مشمولہ ''فسانۂ عجائب'' از رجب علی سرور بیگ، لکھنو، نول کشور، ۱۸۸۴ء ص ۹۸۔

۱۵۔ فسانۂ عجائب کے اس ایڈیشن میں منشی کالکا پرشاد کے چند اشعار موجود ہیں۔ آخری شعر سے گذشتہ ایڈیشن کی تاریخ نکلتی ہے۔ شعر درج ذیل ہے

یہ فسانہ ہو گئیں ہیں کیسی کیسی تصویریں دیکھ کر تصویریں موجد سوچے ہم تاریخ طبع ۱۲۸۳ھ

۱۶۔ کارپردازان مطبع: ''خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع''، مشمولہ نوشیرواں نامہ (جلد دوم) مترجم شیخ تصدق حسین، لکھنو، نول کشور، ۱۹۱۵ء ص ۷۹۹۔

بعون صانع مکین و مکان فضل خلاق زمین و زمان

ببلبل شاخسار فصاحت ثمر نورس نخل بلاغت دفتر نادرہ کار گلشن ہمیشہ بہار رشک بہاری

موسوم بہ

طلسم نوخیز جمشیدی

جلد دوم

نتیجۂ کلک گہربار مستند روزگار مداح آل رسول الثقلین منشی احمد حسین صاحب مرحوم متخلص بہ قمر

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین طبع ہوا

اعلان - چونکہ یہ کتاب بصرف زر کثیر مطبع تصنیف ہوئی ہے لہذا حق تصنیف اسکا بحق نولکشور پریس محفوظ ہے۔

تحریر فرمایا ہے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ مجھکو مناسب نہین ہے کہ اوصاف حمیدہ قبلہ و کعبہ کے لکھون مجبور ہون کہ ایسا نہو ناظرین کہین بیٹے نے باپ کی صفت لکھی ہے کیا کمال کیا مگر ہر وقت ملاحظہ ناظرین پر واضح ہو گا کہ کیا کیا کتابین لکھ چکے کیسے کیسے طلسم لکھے کہ جنکا مثل غیر ممکن ہے اُن سب کے بعد یہ طلسم عجیب و غریب لکھنا کہ جسکا طرز بیان اُن سب طلسمون سے علیحدہ ہے نہایت دشوار کام تھا۔ مگر جودت طبع اسکا نام ہے اور یہ انھین حضرت کا کام ہے کہ اتنا بڑا طلسم جو تین جلد مین ختم ہوا نئے انداز پر لکھدیا یقین ہے کہ بعد ملاحظہ حضرات ناظرین بمقابلہ اسکے کل طلسمونکو بھول جائینگے مگر افسوس اس باکمال کا اس دنیا سے انتقال ہو گیا یہ آخری طلسم تھا کہ جسکو تین جلدونمین تصنیف فرما کر بقضائے الٰہی راہی ملک عدم ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون

تاریخ طبعزاد مصنف کتاب ہذا در صنعت توشیح اگر از سر ہر مصرعہ حرفے بگیرند و عدد ہر حرف جمع کنند سال تصنیف واضح گردد قطعۂ تاریخ

اگر ڈون شکر خلاق ہر خاص و عام	ہوا دوسری جلد کا اختتام
شرافت مین بس سعد ذیجاہ کی	تحریر الفت سراسر لکھی
یہ بلبل نے گلشن مین جا کر کہا	شگفتہ ہوا گلشن مدعا
جمال مضامین نظر آگیا	ہوا نخل الفت مسرت فزا
گل فکر جسدم فراہم ہوے	یہ مضمون عالی مجسم ہوے
ہوئی فکر تاریخ احقر کو اب	یہی صنع توشیح کا ہے سبب
کہا ہاتف غیب نے بر ملا	خیالی طلسم ایسا رنگین ہوا

سنہ ۱۳۱۹ھ

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ جلد دوم طلسم نوخیز جمشیدی بہزاران حسن و خوبی مطبع نامی و گرامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین باہتمام آقائے نامدار جناب منشی پراگ نرائن صاحب دام اقبالہ مالک مطبع بوصوف ماہ فروری سنہ ۱۹۰۲ء مین طبع ہو کر رونق بزم مشتاقان ہوئی فقط

اعلان - حق تصنیف اس کتاب نایاب کا بحق نولکشور پریس محفوظ و محدود ہے۔

بعون صناع مکین و مکان فضل خلاق زمن و زمان

بلبل شاخسار فصاحت ثمر نورس نخل بلاغت و فقرۂ نادرہ کار گلشن ہمیشہ بہار رشک سبزہ زار

موسوم بہ

طلسم نوخیز جمشیدی

جلد سوم

نتیجۂ کلک گہربار مستند روزگار مداح آل رسول الثقلین منشی احمد حسین صاحب مرحوم متخلص بہ قمر

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

اعلان ۔ چونکہ یہ کتاب بصرف زر کثیر مطبع تصنیف ہوئی ہے لہذا حق تصنیف اسکا بحق نولکشور پریس محفوظ ہے ۔

کہ گویا وہ مضمون مدتوں سے یاد تھا صاحبان انصاف پسند کا مقولہ ہے کہ ایسا وسیع البیان شخص اب پیدا ہونا محالات سے ہے اور اس طرح کی طبیعت کی روانی دیکھنے بلکہ سُننے میں بھی نہیں آئی اس سے زیادہ اپنے قبلہ و کعبہ کی تعریف کرنا حقیر کو مناسب نہیں ہے مگر جوش حق پسندی نے اس قدر لکھوا دیا حقیر پر منحصر نہیں ہے اُنکا ایک عالم مداح ہے فی الواقع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید زیادہ والسلام

تاریخ در صنعت توشیح اگر یک یک حرف از سر ہر مصرع بگیرند سال طبع پیدا شود

طبعزاد حضرت مصنف علیہ الرحمۃ

پلا ساقیا جام صہبائے عیش ❊ ملی بعد مدت کے پھر جلسۂ عیش ❊

سوم جلد کا بھی ہوا خاتمہ ❊ کہ محنت کا پاؤنگا آخر صلا

ہوا دعیان اس کی بھی تاریخ ہو ❊ قمر صاف مضمون تازہ لکھو

شہنشاہ اقلیم فضل و ہنر ❊ ہوں آگاہ ظاہر ہو یہ بھی قمر

جو تاریخ لکھی بعید شد و مد ❊ قمر طبع روشن کریگی مدد ❊

خیال مضامین تازہ ہوا ❊ جو پھر روئے گل پر یہ غازہ ہوا

لکھا بلبل دل نے با صد ہنر ❊ نہال طلسمات ہو بار ور

الٰہی بحق علیؑ و رسولؐ ❊ اگر تو مدد کر تو ہو یہ قبول ۱۳۲۴ھ

خاتمۃ الطبع ۔ الحمد للہ والمنہ کہ اس زمان عشرت توامان میں طلسم نوخیز جمشیدی جلد سوم مصنفہٗ استاد مسلم الثبوت شہنشاہ اقلیم علم و ہنر جناب منشی احمد حسین صاحب متخلص بہ قمر اعلی اللہ مقامہ فی اعلیٰ علیین و حشرہ مع الائمۃ المعصومین باراول مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بعالی ہمتی آقائے نامدار جناب منشی پراگ نراین صاحب دام اقبالہ مالک مطبع موصوف بماہ جون سنہ ۱۹۰۶ء مطابق ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۴ھ حلیۂ طبع سے آراستہ ہو کر مقبول خاص و عام ہوئی

اعلان ۔ چونکہ یہ کتاب بصرف زر کثیر مطبع تصنیف ہوئی ہے لہذا حق تصنیف اسکا بحق نولکشور پریس محفوظ ہے

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان تعالیٰ شانہ

قصہ شیرین زبان داستان رنگین بیان تصنیف جامع کمالات موفور مرزا رجب علی بیگ سرور یعنی

فسانۂ عجائب

حرف حرف نظر افروز اخیر تصنیف مسبوق التوصیف سزاوار تحسین و تعریف

مطبع نامی منشی نول کشور مین بہ طبع مزین مقبول اہل جہان ہوا

جب فسانے سے لگی نیند اور بند آنکھین ہوئین — کھل گئین آنکھین دکھائین ایسی ایسی صورتین
اپنی صورت دیکھے مانی تو کرے اڑ رنگ کو — آگے ایسی صورتون کے ایسی ویسی صورتین
خوابی افسانہ خیالی اُسمین تصویرین نہین — عالم فانی کی ہین بس ایسی ایسی صورتین
دیکھکر تصویرین موجد سوچے ہم تاریخ طبع — یہ فسانہ ہو گئین ہین کیسی کیسی صورتین
۱۲۹۳ھ

خاتمۃ الطبع از جانب کارکنان مطبع

الحمد للہ کہ ان دنون بفضل چمن آرائے بوستان جہان ۔ و حدیقہ پیرائے گلستان کن فکان سے کلام نادر و غرائب مسمّےٰ بہ فسانۂ عجائب نتیجۂ طبع وقاد بلبل خوش الحان حدیقۂ معانی طوطی شکرین مقال بوستان سخندانی مہر سپہر سخنوری گوہر بحر معنی گستری مضمون آفرین بے عدیل شاعر نامی و جلیل دبیر سحر تحریر منشی عطارد نظیر انشا پردازی مین معروف نزدیک و دور مرزا رجب علی بیگ تخلص سرور غفر لہ جنکے اشعار خوب و نثر ہائے مرغوب اطراف جہان و اکناف عالم مین مشہور ہین مطبع عالی در فیع منبع جود و سخا معدن کرم و عطا صاحب بہت والا منشی نول کشور دام اقبالہ مین بہ ماہ مارچ ۱۸۷۶ عیسوی مطابق ماہ جمادی الاول ۱۲۹۳ ہجری بار دوم مقام لکھنؤ مین منطبع ہوا

اشتہار

اس قصہ فسانۂ عجائب کا حق تصنیف مصنف نے بحیات خود بذریعۂ تحریر مطبع منشی نول کشور کو ہبہ کیا اور بموجب دفعہ ۱۸۔ ایکٹ ۲۵ ۱۸۶۷ء حق تصنیف پر رجسٹری ہو گئی ہمعصران سے توقع ہے کہ بلا اجازت مالک مطبع منشی نول کشور لکھنؤ و کانپور وغیرہ کے کوئی احباب عصر منطبع نکرین فقط

به عون صنّاع مکین و مکان فضل خلّاق زمان نسخه

گلستان سخن منظوم

در مطبع نامی منشی نول کشور به طبع مزین مشتمل شد

تاریخ طبع از هیرالال متخلص به دانش

جو هیرالال سیر باغ نو کرد	بدل گفته چمن اہل کمال است	پے اعداد سالش غور بنمود	ملک فرمود تو در چه خیال است
بگو تاریخ فصلی از سر ہوش	تاریخ فصلی طبع از روشن لال متخلص به نور		که رنگین مثنوی رنگ لال است ۱۲۷۲ ف
جو دیکها نور نے یه باغ ایجاد	خوشی میں ہوا کرتن کو گیا بهول	سو تاریخ فصلی جو کیا غور	ملک بولا ہوئی یه نظم مقبول ۱۲۷۲ ف
	تاریخ ہجری طبع از چمن پرشاد متخلص به چمن		
جو چمن نے یه دیکها گلشن نو	نظر آیا چمن کا طرفه انداز	کیا جو غور بہر سال تاریخ	زروی زمزمه نظم یه اعجاز

حمد بیحد سزاوار پروردگار ہے کہ جسنے بنی آدم کو خاک سے پاک کیا عقل و فہم و ذہن ذکا فصاحت و بلاغت کا پتلا بنایا سخن گوئی میں
چست و چالاک کیا اور درود و نامحدود شایان محبوب کردگار ہے کہ جسکے طفیل سے گل کا بیڑا پار ہے گنہگاروں کو
اوسکی شفاعت پر مغفرت کا بہروسا ہے عابدوں اور زاہدوں کو اوسکی عنایت بیقین قرب خاص و مید عطا ہے
کتاب لاجواب جسکا ہر شعر موتیوں کی لڑی ہے بلکہ آب و تاب سخن سے گوہر آبدار سے قیمت بڑی ہے
مصرع تر اوسکا مصرع قامت محبوب سے موزوں تر ہے لفظ نے آبرو و ناز نین سے
اشارہ بازی میں بند نہیں کونسا دل ہے جو اوسکی چستی بندش و صفائی ترکیب
و محاورہ نے تکلف سے خورسند نہیں نام اوسکا سنگاسن بتیسی مصنف اوسکا
شاعر شیرین زبان نازک خیال رشک خاقانی و فردوسی نکته سنج کامل الفن منشی گنگا لال
متخلص به چمن بر سائه محمود اور وقت مسعود میں بیچ مطبع فیض منبع والا هم
منظر جود و کرم جناب منشی نولکشور صاحب واقع کانپور بحسن اہتمام
مہتمم سعید مولوی محمد اسمعیل ماه فروری ۱۸۶۱ ع
کو حلیہ طبع سے آراستہ ہوئی خریداران
مشتاق کی دلجوئی کیلیے
لا سرو بے تکلف سے